ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، بہار اور موسم گرما ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۱
Academic journal of the Jadid Quranic Afkar, Spring & summer2025/ Vol.1, No. 1
تفسیری علم کے متداخل علوم کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ
محمد امینی تہرانی & ساجد محمود

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

An Analytical and Comparative Study of the Interdisciplinary Sciences of Exegetical Sciences

Mohammad Amini Tehrani[1] & Sajid Mahmood[2]

Abstract

Among the emerging sub-branches of philosophy is The Philosophy of Tafsir Science, which is currently in its formative stages and has become a subject of debate among contemporary Quranic researchers. This paper examines this discipline's relationship with auxiliary sciences and their connections to The Philosophy of Tafsir. Methodologically, the research is library-based and employs descriptive-analytical analysis. Key findings demonstrate that Quranic Sciences, through their varied definitions, can establish a bidirectional relationship with The Philosophy of Tafsir Science. The Logic of Tafsir, which addresses issues of tafsir methodology and epistemological perspectives, also shares profound ties with this philosophy. Additionally, the influence of semiotics on the foundational principles of hermeneutics constitutes a critical discussion within this field. Furthermore, diverse domains of linguistics significantly shape exegetes' interpretations (tafahīmāt) and the principles governing Quranic exegesis—particularly concerning lexical and syntactic rules (alfāẓ wa lafẓī qawāʿid,).

Keywords: Philosophy of Tafsir Science, Quranic Sciences, Logic of Tafsir, Linguistics, Hermeneutics.

[1]. Assistant Professor, Department of Comparative Qur'anic Studies, Higher Education Center for Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (amini63@chmail.ir).
[2]. PhD in Comparative Qur'anic Studies, Higher Education Center for Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (sajjidali3512@gmail.com).

تفسیری علم کے متداخل علوم کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ*

محمد امینی تہرانی[1] اور ساجد محمود[2]

اشاریہ

فلسفہ کی ذیلی شاخوں میں سے ایک نیا ابھرتا ہوا علم 'علم تفسیر کا فلسفہ' ہے۔ یہ علم ابھی تشکیل کے مراحل میں ہے اور قرآن پر تحقیق کرنے والے عصر حاضر کے محققین کے درمیان بحث و مناقشے کا موضوع بن چکا ہے۔ زیر نظر مقالے کا موضوع، اس علم سے وابستہ دیگر علوم اور ان کے فلسفۂ تفسیر کے ساتھ تعلقات کا جائزہ ہے۔ اس تحقیق کا طریقہ کار، ماخذ کے لحاظ سے کتابی ہے اور تجزیہ کے اعتبار سے توصیفی و تحلیلی ہے۔ اس تحقیق کے اہم نتائج کو اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ اس کی مدد سے علومِ قرآن اپنی مختلف تعریفات کے ساتھ، فلسفۂ علم تفسیر کے ساتھ ایک دوطرفہ رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ منطقِ تفسیر بھی، جو مسائلِ علمِ تفسیر اور ان کے بارے میں نقطۂ نظر سے متعلق ہے، فلسفۂ علم تفسیر کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح، نشانہ شناسی (سیمیوٹکس) کے ابتدائی قوانین کا دانشِ تفسیر کے ابتدائی قوانین پر اثر بھی فلسفۂ دانشِ تفسیر سے متعلق اہم مباحث میں شمار ہوتا ہے۔ زبان شناسی کے مختلف میدان، مفسرین کی تفہیمات، قرآن کریم کی آیات کی تشریح کے اصول و ضوابط، خصوصاً الفاظ اور لفظی قواعد کے حوالے سے، گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: فلسفۂ دانشِ تفسیر، علومِ قرآنی، منطقِ تفسیر، زبان شناسی، ہرمنیوٹکس (تشریحیات)۔

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۱/۲۸ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۵/۳/۲۷

۱. اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ مطالعاتِ تطبیقی قرآن، قرآن وحدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.
(amini63@chmail.ir).

۲. پی ایچ ڈی، مطالعاتِ تطبیقی قرآن، قرآن وحدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.
(sajjidali3512@gmail.com).

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

تمہید

ہر نئے علم، جیسے فلسفۂ دانشِ تفسیر، کے ظہور کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اس کے جیسے دوسرے علوم اور اصطلاحات کے ساتھ تعلق کو واضح کیا جائے۔ اس کی تبیین نہ صرف اس علم کو بہتر سمجھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، بلکہ اسے مشابہ علوم سے ممتاز کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی، یہ علوم کے باہمی رابطے کو واضح کرنے اور فلسفۂ دانشِ تفسیر کے ذریعے ان سے استفادہ کرنے یا ان پر اثر انداز ہونے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ ہم جنس علوم اور اصطلاحات سے مراد وہ علوم ہیں جو تصوری، ماہیتی یا طریقۂ کار کے اعتبار سے فلسفۂ دانشِ تفسیر کے قریب ہوں، جن کی تفہیم (سمجھنے کے لیے) علم تفسیر کی ماہیت کو سمجھنے اور اس کے مختلف طریقوں کو فلسفۂ علم تفسیر سے مربوط کرنے میں معاون ہو۔

اس باب کا ایک اہم موضوع تفسیر کے فلسفے کا اس کے جیسے علوم اور قریبی اصطلاحات کے ساتھ تعلق اور فرق ہے۔ اس حصے میں گیارہ علوم اور اصطلاحات پر بحث کی گئی ہے: فلسفۂ تفسیر، تفسیر کی میتھڈولوجی (طریقۂ کار)، تفسیر پژوہی، دین کی تفہیم کا منطق، علومِ قرآنی، رئوس ثمانیہ (تفسیر کے آٹھ بنیادی اصول)، تفسیر کا منطق، ہرمنیوٹکس (تشریحیات)، زبان شناسی اور اس سے متعلق علوم، نشانہ شناسی (سیمیوٹکس)، معرفت شناسی (اپیسٹیمولوجی)، اور علم کی سماجیات (سوشیالوجی آف نالج)۔ ان کا تفسیر کے فلسفے کے ساتھ تعلق اور ربط کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مفہوم شناسی

فلسفہ علم تفسیر

جب فلسفہ کسی حقیقت یا علمی نظام (معرفتی نظام) سے جڑ جاتا ہے، تو اسے کسی بھی قسم کے تجزیے اور عقلی نقطہ نظر کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے فلسفوں میں تاریخی اور منطقی نقطہ نظر کے ساتھ، اس کے مضاف الیہ (جس سے وہ جڑا ہوا ہے) کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے۔ فلسفۂ دانشِ تفسیر ایک ایسا علم ہے جو تفسیر کے علم کے بارے میں بحث کرتا ہے اور اس کے ذریعے تفسیر کا علم کی چھان بین ہو جاتی ہے، غیر ضروری اضافات سے پاک ہو جاتا ہے، اور اس کے مستقبل کا راستہ واضح ہو جاتا ہے۔ (خسرو پناہ، ۱۳۸۹ش، صص۷۹-۸۲/ خسرو پناہ، ۱۳۹۰ش، ص۳۶) اس علم میں تفسیر کے علم کے کلی، منطقی، اور بیرونی مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

تاریخی اور منطقی تجزیے کے ذریعے، تفسیر کے علم کے بیرونی مسائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔(نصیری، ۱۳۸۵ش، ص۲۲۲)۔

بیرونی مسائل سے مراد وہ سوالات ہیں جو ثانوی نوعیت کے ہوتے ہیں اور کل دانشِ تفسیر کے بارے میں ہوتے ہیں، نہ کہ علم تفسیر کے کسی خاص مسئلے کے بارے میں۔ کسی دانش کے اہم دور، اس کے ابتدائی مسائل، اور اس کا اپنے جیسے علوم کے ساتھ تعلق، بیرونی مسائل میں شمار ہوتے ہیں۔ فلسفۂ دانشِ تفسیر، جس کا ایک نمونہ مصنف نے پیش کیا ہے، دس مسائل پر مشتمل ہے۔ ان دس مسائل کے تجزیہ کے لیے ایک مستقل رسالے کی ضرورت ہے۔ فلسفۂ دانشِ تفسیر کا ایک اہم مسئلہ، دانشِ تفسیر کی معرفت (ایپسٹیمولوجی) ہے، اور یہ مقالہ اس مسئلے اور معرفت شناسی کے علم کے دانشِ تفسیر کے تجزیے میں کردار کا جائزہ لیتا ہے۔

فلسفۂ دانش تفسیر کا علوم قرآنی سے تعلق

دو علم، علوم قرآنی اور فلسفۂ دانش تفسیر کے مابین بہتر تفریق کے لیے، ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے علوم قرآنی کی تعریف کو سمجھیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ علوم قرآنی کے ماہرین نے اس کی مختلف تعریفیں پیش کی ہیں، اور یہی مختلف نقطۂ نظر اس بات کا باعث بنتے ہیں کہ علوم قرآنی، تفسیر اور اس کے فلسفے کے مابین موجود تعلق میں تبدیلی آ جائے۔

۱۔ علوم قرآن کی تعریفوں کی اقسام کی شناخت

علوم قرآن کے مباحث اور مسائل کی بنیاد پر پیش کی گئی تعریفوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عمومی اور خصوصی۔

۱۔۱۔ عام تعریف

بعض لوگ لفظ 'علوم' کو قرآن کے ساتھ منسلک کر کے اس سے مراد وہ تمام معلومات لیتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح قرآن سے متعلق ہوں، خواہ وہ تصورات ہوں یا تصدیقات۔ دوسرے الفاظ میں، علومِ قرآن ان تمام علوم کو شامل ہے جو قرآن کی خدمت میں ہوں یا قرآن سے مستند ہوں، جیسے علمِ تفسیر، علمِ قرائت، علمِ رسم المصحف، علمِ اعجاز القرآن، علمِ اسباب النزول، علمِ ناسخ و منسوخ، علمِ اعراب القرآن، علمِ غریب القرآن، علومِ دین اور لغت۔

اس دانش کے مسائل وہ علوم ہیں جو خاص طور پر قرآن کو سمجھنے میں مؤثر ہیں۔ 'خاص طور پر' کی قید ایسے علوم کو خارج کر دیتی ہے جو قرآن کو سمجھنے کے لیے مخصوص نہیں ہیں، جیسے صرف و نحو، اور اس کے برعکس ایسے علوم کو شامل کرتی ہے جو قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے مخصوص ہیں، جیسے اعراب القرآن (زرقانی، ندارد، ص ۲۰)۔

زرقانی ایک اور تعریف میں لکھتے ہیں: وہ تمام مباحث جو قرآن کریم سے متعلق ہیں، جیسے نزول، ترتیب، جمع، کتابت، قرائت، تفسیر، اعجاز، ناسخ و منسوخ، قرآن سے شبہات کا دفاع، اور اس جیسے دیگر موضوعات۔ (زرقانی، تاریخ ندارد، ص ۲۰)۔

یہی تعریف ایک دوسرے انداز میں سید محمد باقر حکیم کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔ وہ تمام معلومات اور مباحث جو قرآن کریم سے متعلق ہیں، انہیں علوم قرآنی شمار کرتے ہیں۔ (حکیم، ۱۳۷۸ش، ۲۰)۔

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم اپنے معنی اور اس کی تشریح کے لحاظ سے علمِ تفسیر کا موضوع ہے، اپنے شرعی احکام اور قوانین کے لحاظ سے علمِ آیات الاحکام کا موضوع ہے، نبوتِ پیغمبر کے دلیل ہونے کے لحاظ سے اعجازِ قرآن کا موضوع ہے، عربی زبان میں ہونے کے لحاظ سے علمِ اعراب القرآن کا موضوع ہے، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بلاغتِ قرآنی کا موضوع ہے، پیغمبر کے دور کے واقعات سے تعلق کے لحاظ سے علمِ اسباب النزول کا موضوع ہے، اس کی کتابت کے لحاظ سے رسم المصحف کا موضوع ہے، اور اس کی قرائت و تلاوت کے لحاظ سے علمِ قرائت کا موضوع ہے۔ پس یہ تمام علوم اپنے قرآن کریم سے تعلق کے اعتبار سے علومِ قرآنی میں شامل ہیں۔

۱۔۱۔۲ خاص تعریف

۱۔۱۔۲۔۱۔ ایسے علوم جو فہم قرآن اور تفسیر کے لئے مقدمہ ہیں

بعض قرآنی محققین کے نزدیک، علوم قرآنی وہ علوم ہیں جو قرآن کی عمومی شناخت کے مباحث کو واضح کرتے ہیں اور قرآن سے متعلق مختلف سوالات اور اس کی کیفیت کے بارے میں جوابات فراہم کرتے ہیں، اس طرح کہ انہیں قرآن کے فہم اور تفسیر کے لیے مقدماتی علوم کہا جا سکتا ہے (مہدوی راد، ۱۳۸۴ش، ص ۸)۔

سید ابوالقاسم خوئی نے بھی اپنی کتاب کے مقدمے میں علوم قرآنی کے مباحث، جیسے قرآن کی عظمت، اس کا اعجاز، تحریف سے اس کی حفاظت، قرآن میں تناقض نہ ہونا، اور احکام قرآن میں عدمِ نسخ کو تفسیر قرآن کے لیے ایک مدخل اور مقدمہ کے طور پر متعارف کرایا ہے (خوئی، تاریخ ندارد، ص ۱۴)۔

بعض محققین نے دانشوروں کی تعریفات اور تحریرات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان علوم کو "علوم للقرآن" کے عنوان سے یاد کیا ہے، جو "علوم فی القرآن" کے مقابلے میں آتے ہیں، اور دونوں کو علوم قرآنی کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ (طالقانی، ۱۳۶۱ش، ص ۶۰)۔ علوم للقرآن سے مراد وہ علوم ہیں جو قرآن کے فہم کے لیے ابتدائی طور پر سیکھنا ضروری ہوتے ہیں، جبکہ "علوم فی القرآن" سے مراد وہ علوم ہیں جو خود قرآن سے اخذ کیے جاتے ہیں اور آیات کے مطالعے سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس معنی میں، علوم قرآنی تفسیر کے علم کے مقدمات اور بنیادی اصولوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں ایک معاون علم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جو کہ تفسیر قرآن کے اصل علم کے مقابلے میں آتا ہے۔

۱۔۱۔۲۔۲۔ وہ علوم جو قرآن کریم کی تاریخ اور اس کی خصوصیات پر بحث کرتے ہیں

علومِ قرآن کی ایک اور تعریف، جو محققین کی جانب سے پیش کی گئی ہے، وہ قرآن کریم کی تاریخ، اوصاف اور خصوصیات سے متعلق وہ معرفتیں ہیں جو فہم و تفسیر قرآن کے لیے ضروری ہیں۔(بابایی، ۱۳۸۵ش، ص۳۵۱) اس نظریے کے مطابق، قرآن کا اعجاز، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مکی و مدنی آیات، اور قرائت، علومِ قرآنی کے اہم ترین مباحث میں شمار ہوتے ہیں۔

یہ مباحث، تفسیر کے علم کے بنیادی اصولوں کی وضاحت اور قواعدِ تفسیر کے اطلاق پر اثر انداز ہونے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۱۔۱۔۲۔۳۔ وہ علوم جو قرآن کی آیات سے اخذ کیے جاتے ہیں

بدر الدین زرکشی نے ابو بکر بن عربی (م ۵۴۴ق) اور ابوالحکم بن برجان (م ۶۲۷ق) سے منقول تعریفات میں اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ ابن برجان کے نظریے کے مطابق، تمام علومِ قرآنی کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: اسماءِ الٰہی اور اس کی صفات کا علم، نبوت اور اس کے دلائل کا علم، اور تکلیف (شرعی احکام) کا علم۔ (زرکشی، ۱۴۱۰ق، ص۱۱۱) بعد کے محققین میں، محمد ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب میں "علومِ قرآن" کے

عنوان سے ایک باب میں توحید، نبوت، انبیاء کے معجزات، معاد، اور فقہی احکام پر بحث کی ہے۔ (ابوزہرہ، ۱۴۱۸ق، ص۴۵)۔

اس زاویے سے دیکھا جائے تو اصطلاح "علومِ قرآنی" کا مفہوم "معارفِ قرآنی" کے مترادف قرار پاتا ہے۔ اس نوع کے علومِ قرآنی در حقیقت علمِ تفسیر کے استعمال کا نتیجہ اور اس کی پیداوار سمجھے جاتے ہیں۔

۱۔۲۔ فلسفۂ علمِ تفسیر اور علومِ قرآنی کے درمیان تعلق

فلسفہ دانش تفسیر اور علوم قرآنی کے درمیان تعلق پر بحث سے پہلے، یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ علوم قرآنی اور دانش تفسیر کے باہمی تعلق کا جائزہ لینا بھی مفید مباحث میں سے ہے۔ مجموعی طور پر، دانش تفسیر اور علوم قرآنی کی اقسام کے درمیان چار قسم کے منطقی تعلقات تصور کیے جا سکتے ہیں: جزء و کل، من وجہ، تساوی، اور مقدمہ و ذی المقدمہ۔ ان تعلقات کی وضاحت آگے کی جائے گی۔

۱۔ رابطہ جزء و کل

اس قسم کا تعلق قرآن کے عام مفہوم کے مطابق تصور کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کے علوم کی جو عمومی تعریف پیش کی گئی تھی، اس کے مطابق تفسیر کا علم، دیگر علوم کے ساتھ، قرآن کے علوم میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

یہ تعلق علوم قرآن کی عام تعریف کی بنیاد پر سمجھا جا سکتا ہے۔ عام تعریف کے مطابق، تفسیر کا علم بھی قرآن سے متعلق دیگر علوم میں سے ایک ہے۔ اس صورت میں، تفسیر کا علم قرآن کے دیگر علوم جیسے مکی و مدنی، قرائت، اسباب النزول، اور آیات کے درمیان ربط (مناسبات) کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اور ان کے درمیان ایک مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، تفسیر ماثور میں روایات پر بحث کرتے وقت، علوم قرآن کے کچھ موضوعات جیسے محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح، تفسیر ترتیبی میں، قرآن کی موجودہ ترتیب اور آیات کے درمیان تعلق کا علم مفسر کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ آلی واصالی رابطہ (مقدمہ وذی المقدمہ)

اس قسم کا تعلق دو صورتوں میں ممکن ہے۔

پہلی صورت :علوم قرآنی کا مقدمہ ہونا

اس قسم کا تعلق قرآن کے علوم کی خاص تعریف کے مطابق ہوتا ہے، جسے تفسیر کے مقدمہ کے طور پر شمار کیا جاتا ہے۔ اس نوع میں، علوم قرآنی کسی حد تک تفسیر کے علم کے مبادی کے طور پر سمجھے جاتے ہیں اور تفسیر کے قواعد کے نفاذ اور بعض اصطلاحات کی تعریف میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

دوسری صورت : علم تفسیر کا مقدمہ ہونا

جب قرآن کے علوم کی تعریف "علوم فی القرآن" کے معنوں میں کی جائے، جو کہ قرآنی معارف کے مترادف ہے، تو تفسیر کا علم جو ہم حاصل کرتے ہیں وہ "علوم فی القرآن" ہی ہوگا، جو ترتیبی یا موضوعی طور پر پیش کیا جائے گا۔

۳۔ رابطہ عام خاص من وجہ

جب علوم قرآن کی تعریف قرآن کی تفسیر یا قرآن کریم کی تاریخ اور صفات کی شناخت کے لیے مقدمہ (پیش خیمہ) کے طور پر کی جائے، تو اس صورت میں دانش تفسیر اور علوم قرآن کے درمیان یہ تعلق فرض کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، دانش تفسیر اور علوم قرآن کے درمیان جو تفاوت پائے جاتے ہیں، ان کے باوجود ایک مشترک پہلو بھی تصور کیا جا سکتا ہے، اور وہ یہ کہ علوم قرآن میں دانش تفسیر کے کچھ قواعد بھی شامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جب علوم قرآن میں اسباب نزول یا محکم و متشابہ پر بحث کی جاتی ہے، تو ان کے اسباب اور انواع کے علمی مباحث کے ساتھ ساتھ، قرآن کریم کے معارف کو استعمال کرنے کے لیے کچھ قواعد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دانش تفسیر کے یہ قواعد، تفسیر کے قطعی مسائل میں شمار ہوتے ہیں۔

البتہ، اگر ان مباحث کے عملی پہلو اور قواعد کے اطلاق کو علوم قرآن کے دائرہ کار سے خارج مان لیا جائے، اور علوم قرآن کا کام صرف ان قواعد کے لیے بنیاد فراہم کرنا اور پیش فرض تیار کرنا سمجھا جائے، تو پھر یہ مباحث علوم قرآنی سے الگ ہو جاتے ہیں

۴۔ رابطہ تساوی

یہ نظریہ کچھ محققین کی جانب سے پیش کیا گیا ہے، جس میں تفسیر کے علم کو قرآن کے علوم کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ تفسیر کے علم کی علمی حیثیت پر تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے، اور اس کا بطلان پچھلی بحثوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

قرآنی علوم کی اقسام پر غور کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر قرآن علوم کو تفسیر کے مترادف سمجھا جائے اور یہ معنی تسلیم کیا جائے، تو تفسیر کے علم کی فلسفہ، قرآن علوم کی فلسفہ کے برابر ہو گی۔

قرآنی علوم کی عمومی تعریف کے مطابق، وہ علوم شامل ہیں جن کا موضوع قرآن کریم ہے، ایک خاص قید کے ساتھ جو ان کے مقصد سے متعلق ہے، جب کہ تفسیر کے علم کا موضوع قرآن کریم نہیں ہے۔

دوسری طرف، اگر قرآنی علوم کو اپنی خاص تعریف یعنی وہ علوم جو قرآن کے سمجھنے اور تفسیر کے لیے مقدمہ ہیں، کے معنی میں سمجھا جائے، تو ان کا اشتراک بعض مسائل میں، جیسے تفسیر کے علم کے مبانی اور مبادی، مشترک ہو گا، لیکن اس میں جو فرق ہے وہ ان کے طریقہ کار اور تحقیق کے انداز کا ہے۔ قرآن علوم میں جو رویہ اختیار کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ عقل اور تاریخ پر مبنی نہیں ہوتا اور اس میں تفسیر کے علم کی رہنمائی اور اس کی نقصانات کا تجزیہ شامل نہیں ہوتا۔ بعض مسائل جیسے تفسیر اور دیگر علوم کے درمیان رشتہ، اس قسم کے قرآن علوم سے خارج ہیں۔ قرآن علوم کا طریقہ کار تعارفی اور توضیحی ہوتا ہے، جبکہ تفسیر کے فلسفے کا طریقہ کار تجویزی اور تنقیدی ہوتا ہے۔

ان قرآنی علوم کا مقصد تفسیر کے مسائل کو بیرونی نقطہ نظر سے دیکھنا نہیں ہوتا اور یہ صرف بڑے مسائل پر نہیں مرکوز ہوتے، بلکہ کبھی کبھار اس علم کے جزوی مسائل جیسے قرآن کی تفسیر کے قواعد پر بھی بات کی جاتی ہے۔ بعض قرآنی علوم کی کتابیں جیسے "رؤوس ثمانیہ" تفسیر کے علم کی طرح عمل کرتی ہیں، جس میں تفسیر کے علم اور فلسفہ تفسیر کے درمیان فرق پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

اگر علوم قرآنی سے مراد وہ علوم ہوں جو قرآن کریم کی تاریخ اور اس کی صفات کے بارے میں بحث کرتے ہیں، تو پھر فلسفہ دانش تفسیر اور علوم قرآنی کے درمیان کوئی تعلق تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان دونوں کے درمیان ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ان کے مطالعہ اور تحقیق کا درجہ الگ ہے۔ قرآن کریم کی تاریخ اور اس کی صفات کا مطالعہ، دانش تفسیر کے مطالعہ سے پہلے ایک ضروری امر ہے، اور یہ دانش تفسیر کے اہم مبانی اور پیش فرضوں کی تشکیل میں مؤثر ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، علوم قرآن اس معنی میں دانش تفسیر کے پیشینی امور (یعنی وہ امور جو تفسیر سے پہلے ہوتے ہیں) سے متعلق ہیں، جبکہ فلسفہ دانش تفسیر دانش تفسیر کے پسینی امور (یعنی وہ امور جو تفسیر کے بعد ہوتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

اس صورت میں، علوم قرآنی کا موضوع خود قرآن کریم ہوگا، جس میں اس کی پیدائش اور تاریخ کا جائزہ لیا جاتا ہے، جبکہ فلسفہ دانش تفسیر کا موضوع خود دانش تفسیر ہے۔

اگر علوم قرآنی سے مراد وہ علوم ہوں جو قرآن کی آیات سے اخذ کیے جاتے ہیں، تو پھر فلسفہ دانش تفسیر اور ان علوم کے درمیان کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ قرآن کریم سے حاصل ہونے والے علوم درحقیقت آیات قرآن پر تفسیری عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور عام طور پر قرآن کی آیات کے جزوی معانی کا مجموعہ ہوتے ہیں، جو ایک ساتھ جمع کیے جاتے ہیں۔ درحقیقت، یہ علوم ایک ہی معنی رکھنے والی آیات کے مجموعے کا نتیجہ ہیں، جو قرآن کریم کی موضوعی تفسیر (تفاسیر موضوعی) کہلاتی ہے.

علوم قرآنی کی جو تعریفیں پیش کی گئی ہیں، وہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ علوم قرآنی، دانش تفسیر کے مقابلے میں پیشینی علوم (یعنی وہ علوم جو تفسیر سے پہلے آتے ہیں) میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دانش تفسیر کو سیکھنے سے پہلے، علوم قرآنی کو سیکھنا اور قرآن کریم کی بنیادی معلومات اور شناخت حاصل کرنا ایک ضروری امر ہے۔

لیکن فلسفہ دانش تفسیر کے معاملے میں، صورت حال بالکل الگ ہے۔ اگر کوئی محقق ابھی تک دانش تفسیر کو اچھی طرح نہیں سیکھا ہے اور اسے تفسیر کے علم کا مکمل ادراک نہیں ہے، تو اس کے لیے فلسفہ دانش تفسیر کو سمجھنا ممکن نہیں ہوگا۔ فلسفہ دانش تفسیر اپنا مواد (Data) دانش تفسیر سے حاصل کرتا ہے اور پھر اس کا تجزیہ اور مطالعہ کرتا ہے۔ منطقی طور پر، کسی بھی چیز کا جائزہ لینا اور اس پر تنقید کرنا، اس چیز کی پہلے سے شناخت پر منحصر ہوتا ہے۔ فلسفہ دانش تفسیر میں تین رویے: توصیف (وضاحت)، تحلیل (تجزیہ)، اور توصیہ (تجویز)، سب دانش تفسیر کے علمی مواد پر مبنی ہوتے ہیں۔

۲۔ فلسفہ علم تفسیر اور منطق تفسیر کا باہمی تعلق

"منطق تفسیر "ایک اصطلاح ہے جو حال ہی میں کچھ محققین کی طرف سے استعمال کی گئی ہے۔ اس اصطلاح سے مراد وہ" مبانی، قواعد، معیارات، طریقے، رجحانات، اور تحقیق کے اسالیب ہیں جو تفسیر قرآن میں استعمال ہوتے ہیں اور جن کی پابندی مفسرین کو غلطیوں سے بچا سکتی ہے۔"

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

ایک اور تعریف میں کہا گیا ہے کہ " : یہ وہ قواعد، ضوابط، اور طریقے ہیں جو قرآن کریم سے استنباط (نتیجہ اخذ کرنے) کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور مفسر کو قرآن سے صحیح طور پر مفہوم اخذ کرنے کا راستہ سکھاتے ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۷۸ش، ص۱۰)

مندرجہ بالا تعریف کے مطابق، یہ معلوم ہوتا ہے کہ منطق تفسیر کبھی کبھی دانش تفسیر کے معاملات کو پہلے درجے کے مطالعے کے طور پر لیتی ہے، اور جیسا کہ اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں سے ظاہر ہے، یہ براہ راست دانش تفسیر کے بعض مباحث میں داخل ہوتی ہے اور ان کے بارے میں، جیسے قواعد تفسیر، اظہار خیال کرتی ہے۔ کبھی کبھی یہ دوسرے درجے کے طور پر بحث میں شامل ہوتی ہے، جیسے دانش تفسیر کے مبادی اور رجحانات پر بحث، جو دانش تفسیر کے دوسرے درجے کے مطالعے میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسری طرف، چونکہ منطق تفسیر میں دانش تفسیر میں موجود غلطیوں پر بحث کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اس میں سنجیدہ تجاویز اور توصیحات موجود نہیں ہیں، اس لیے فلسفہ علوم میں جو دوسرے درجے کے مباحث زیر بحث آتے ہیں، وہ منطق تفسیر میں زیر بحث نہیں آتے۔ ان مباحث میں غیر علمی مبادی، دانش کی ساخت اور دائرہ کار وغیرہ شامل ہیں۔

اس لیے، فلسفہ دانش تفسیر اور منطق تفسیر کے درمیان تعلق کو ان کے مشترکہ مسائل، اختلافات، اور ان پر بحث کے طریقے کے لحاظ سے عام وخاص من وجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲۔ فلسفہ دانش تفسیر اور ہرمنیوٹکس (Hermeneutics) کا باہمی تعلق

ہرمنیوٹکس کی مختلف تعریفیں اور اس کے مختلف زمانی ادوار کی وجہ سے اس اصطلاح کی کوئی ایک متفقہ تعریف پیش کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ بعض مصنفین نے ہرمنیوٹکس کو تین رجحانات میں تقسیم کیا ہے: خاص، عام، اور فلسفی۔ جبکہ بعض نے اسے عینی گرا (Objectivist) اور نسبی گرا (Relativist) رجحانات میں تقسیم کیا ہے۔ (نصری، ۱۳۸۹ش، ص۱۰۰) مقدس کتاب (بائبل) کی تفسیری مکاتب کی تاریخ اور ہرمنیوٹکس کے علم کا اس پر اثر، ایک بہت ہی پیچیدہ اور اتار چڑھاؤ والی تاریخ رہی ہے۔ (گرنت، ۱۳۹۳ش، ص۱۵)

۳-۱۔ ہرمنیوٹیکس کی مختلف تعریفیں

ہرمنیوٹکس زمانی ارتقا کے اعتبار سے چھ معانی پر مشتمل ہے، جو درج ذیل ترتیب میں بیان کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ کتابِ مقدس کی تفسیر کا نظریہ :اس مفہوم میں ہرمنیو ٹکس وہ علم ہے جو کتابِ مقدس کی تاویل و تفسیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہرمنیو ٹکس ابتدا میں محض کتابِ مقدس کی تفسیر کا فن تھا۔اس کے بعد، ہرمنیو ٹکس "علم لغت کی روش شناسی" کے معنی میں آیا۔ (پالمر، ۱۳۸۹ش، ص۴۲)۔

۲۔ علم لغت کی روش شناسی: اس مرحلے میں ہرمنیو ٹکس کو صرف کتابِ مقدس کی تفسیر تک محدود نہیں رکھا گیا، بلکہ اسے متن کے لغوی فہم کے قوانین کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔اس کا ایک مظہر، کتابِ مقدس کے لغوی فہم کے اصول و ضوابط ہیں۔

۳۔ ہر طرح کی زبان کو سمجھنے کا علم: اس مرحلے میں، جس کی بنیاد فریڈرک شلائر ماخر (Schleiermacher)نے رکھی، ہرمنیو ٹکس زبان کے فہم کے عمومی اصولوں کے طور پر سامنے آیا۔اس میں فہم کے متعدد قواعد شامل کیے گئے، جن میں لغوی قواعد بھی شامل ہیں۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۸۷ش ص۳۶۸)۔

۴۔ علومِ انسانی کو سمجھنے کی بنیاد: اس مرحلے میں ویلہلم ڈیلتھائی (Wilhelm Dilthey) نے ہرمنیو ٹکس کو ایسا علم قرار دیا جو علومِ انسانی کے باقاعدہ فہم کی بنیاد فراہم کرتا ہے (پالمر،۱۳۸۹ش، ص۵۰)۔

۵۔ وجود کا مظہریاتی تجزیہ اور وجودی فہم کی پدیدار شناسی: اس مرحلے میں، مارتن ہائیڈیگر (Martin Heidegger)نے ہرمنیو ٹکس کو فلسفیانہ فہم کے تجزیے میں تبدیل کر دیا۔ ہائیڈیگر کے مطابق، ہرمنیو ٹکس اب نہ تو محض تفسیر کا علم تھا، نہ ہی لغت کا، اور نہ ہی علومِ انسانی کی روش شناسی، بلکہ یہ ایک ایسا علم تھا جو فلسفیانہ فہم اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتا ہے۔ (رضائی اصفہانی، ۱۳۸۷ش، ص۳۶۹)۔ اس نوعیت کی ہرمنیو ٹکس کی ایک نمایاں خصوصیت "حقیقت کا انکار" اور "نسبیّت پسندی" پر مبنی سوچ ہے۔ (نیچہ و دیگر مؤلفین، ۱۳۸۷ش، ص۱۴۴)۔ دوسری اہم خصوصیت "تاریخی نکتۂ نظر (Historicism) " ہے، جسے ہائیڈیگر کے پیروکار گادامر (Hans-Georg Gadamer) نے اس بنیاد پر پیش کیا کہ ہر فہم میں پیش فرض شدہ نظریات شامل ہوتے ہیں۔ (عرب صالحہ، ۱۳۸۹ش، ص۱۴۵)۔

۶۔ تاویلی نظامات: ہرمنیو ٹکس کا یہ آخری مرحلہ وہ نظامات پیش کرتا ہے جو اساطیر اور علامتوں کے پس پردہ پوشیدہ معنی تک پہنچنے کے لیے انسان استعمال کرتا ہے۔ (پالمر، ۱۳۸۹ش، ص۵۲)۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

پال ریکور نے اس قسم کی ہرمنیوٹکس میں متن کے معنی کو وسعت دی ہے اور یہاں تک کہ علامات کو بھی زبانی تفہیم کے اصولوں کی بنیاد پر تفسیر کیا ہے۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق، ہرمنیوٹکس متن کو سمجھنے کا علم ہے۔ وہ تفسیر کو تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں: تبیین (وضاحت)، تفہیم (سمجھنا)، اور تصاحب (اپنانا)۔ (نصری، ۱۳۸۹ش، ص۱۲۰)۔

ہرمنیوٹکس دوسرے مرحلے کے بعد متون کی تفسیر کے فن کے لیے ایک عام معنی میں استعمال ہونے لگی، اور بعد میں یہ متن کو سمجھنے کے قواعد کے مطالعے کا علم بن گئی۔ غلط فہمی سے بچنے کا طریقہ اس علم کے تاریخی ارتقاء کا اگلا مرحلہ تھا۔ جیسے جیسے ہرمنیوٹکس کے دائرۂ کار میں وسعت آئی، یہ علومِ انسانی کے لیے روش شناسی (Methodology) کے طور پر سامنے آیا۔ جدید دور میں، ہرمنیوٹکس فلسفیانہ نقطۂ نظر اختیار کر چکی ہے، جہاں اس کا بنیادی مقصد فہم کی ماہیت اور اس سے متعلق مسائل کی تحلیل ہے (احمدی، ۱۳۹۱ش، ص۵۲۲)۔

۳۔۲۔ ہرمنیوٹکس کا فلسفہ علم تفسیر پر اثر

ابتدائی ہرمنیوٹکس بنیادی طور پر اپنے موضوع کے پہلے درجے کے مطالعے میں شمار ہوتی ہے۔ ان کے طریقوں اور دانش تفسیر میں موجود طریقوں کے درمیان تقابلی جائزہ، فلسفہ دانش تفسیر کے طریقہ کار کے مباحث میں ایک مسئلے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ویلہلم ڈیلتے کی ہرمنیوٹکس، جو علوم انسانی کو سمجھنے کے لیے ایک عام طریقہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے، کو دانش تفسیر کی روش شناسی میں تاریخی نقطہ نظر سے بھی زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ دانش تفسیر اور اس کے اصول و ضوابط پر تاریخی نقطہ نظر کو چوتھے باب میں تنقید و تجزیہ کیا جائے گا۔

ہرمنیوٹکس کے طریقہ کار کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے قواعد اور مسلمان علماء کی طرف سے تفسیر میں پیش کردہ قواعد کے درمیان موازنہ کر کے، قرآن کریم کی تفسیر کے قواعد کے بارے میں زیادہ مکمل اور دقیق نقطہ نظر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیز، ہرمنیوٹکس کے قواعد اور اصول فقہ و تفسیر قرآن کے قواعد کے درمیان موازنہ کر کے، ان مباحث کو مزید مکمل کیا جا سکتا ہے۔

ہائیڈیگر کی فلسفی ہرمنیوٹکس بھی ایک طرح سے فلسفہ تفہیم یا فلسفہ تفسیر ہے، جو تفہیم اور اس کے عوامل و اقسام کا مطالعہ کرتی ہے۔ فلسفی ہرمنیوٹکس اور فلسفہ دانش تفسیر کے درمیان جو تعلق قائم کیا جا سکتا

ہے، وہی تعلق ہے جو فلسفہ تفسیر اور فلسفہ دانش تفسیر کے درمیان ہو سکتا ہے، جس کا ذکر پچھلے مباحث میں کیا گیا ہے

فلسفی ہرمنیوٹکس کے دیگر استعمالات میں سے ایک، تفسیر میں درکار مبادی اور پیش فرضیات کو اخذ کرنا ہے۔ فلسفۂ علمِ تفسیر میں، جب مبادیِ علمِ تفسیر کا جائزہ لیا جاتا ہے، تو اسلامی دانشوروں کے فلسفیانہ مبانی کا موازنہ، فلسفی ہرمنیوٹکس میں پیش کیے گئے اصولوں سے تطبیقی انداز میں کیا جاسکتا ہے۔

اسلام اور مغرب میں فلسفۂ تأویل کی مماثلت، قرآن کی تفسیر اور کلاسیکی ہرمنیوٹکس کے مابین تعلق، گادامر کے ہرمنیوٹیکی اصولوں کا ایرانی مسلم مفکرین کے معرفتی مبانی کے ساتھ تقابلی جائزہ، شلایر ماخر اور علامہ طباطبائی کے نظریات کا تطبیقی مطالعہ، پل ریکور اور محقق اصفہانی کے زاویۂ نظر سے فہم متن کے عوامل کا جائزہ—یہ تمام وہ علمی تطبیقی کاوشیں ہیں جو اسی تناظر میں سامنے آئی ہیں۔

ہرمنیوٹیکی نقطۂ نظر سے تفسیر کے تین بنیادی پہلو ہو سکتے ہیں" : معنوی"، "تاریخی" اور "کارکرد التزامی "۔ ان تینوں پہلوؤں کی تفصیل کے بعد، آخر میں ان کے باہمی فرق اور تفسیری نزاعات کے حل پر ان کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسا کوئی نمونہ نہیں ملتا جہاں تفسیر ان میں سے کسی ایک کارکرد سے بھی خالی ہو، اور جب تفسیر میں یہ تینوں کارکردیں بیک وقت موجود ہوں، تو اس کا فہم انتہائی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاری حیران اور سرگردان رہ جاتا ہے کہ آیا تفسیر میں جو کچھ پیش کیا جارہا ہے، وہ متن کا اصل معنی ہے یا اس کے لازمی نتائج۔ نیز، جو معنی بیان کیا جارہا ہے، وہ مصنف اور اس کے تاریخی قارئین کے ذہن میں موجود مفہوم ہے، یا پھر وہ معنی ہے جو مصنف اور اس کے ابتدائی قارئین کے فہم سے ماوراء ہے۔

لہٰذا، بہترین تفسیر وہی سمجھی جاتی ہے جس میں ان کارکردوں کو ایک دوسرے سے واضح طور پر جدا کر دیا جائے۔ (قائمی نیا، ۱۳۸۱ش، ص۱۰۸)۔

۴۔ فلسفہ، علم، تفسیر اور علامت شناسی کے درمیان تعلق

علامت شناسی (Semiotics) انگریزی لفظ ہے جسے عربی میں «علم العلامات»، «العلاماتیات»، «السمیولوجیا» اور «السیمیوطیقا» جیسے عنوانات سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامت شناسی متون کے تجزیے کا ایک طریقہ کار ہے جس کے ذریعے مخصوص اصولوں کی بنیاد پر متن کو سمجھا جا سکتا ہے۔ (تاجیک، ۱۳۸۹ش، شمارہ ۲۰، ص ۱۵)۔

علامت شناسی ایک ایسا علم ہے جس میں علامتوں اور ان کے معانی پر بحث کی جاتی ہے (قائمی نیا، ۱۳۸۹ش، ص ۴۲) علامت شناسی میں ہر قسم کی علامت پر بحث نہیں ہوتی۔ پہلی بات یہ کہ اس میں اختیاری علامتوں کے معنی پر توجہ دی جاتی ہے، نہ کہ فطری یا ذاتی علامتوں پر۔ دوسری بات یہ کہ علامتوں کا تجزیہ لسانی طریقہ کار اور لسانی علامتوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، علامت شناسی ان علامتوں کا مطالعہ کرتی ہے جو دوسروں سے رابطہ قائم کرنے اور ان تک پیغام پہنچانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ہرمینوٹکس (تفسیر کا فلسفہ) کے برعکس، جو یہ بحث کرتا ہے کہ متن کو کیسے سمجھا اور تاویل کیا جائے، لیکن اس کے طریقہ کار پر زیادہ توجہ نہیں دیتا، علامت شناسی علامتوں کے تجزیے اور ان کے معانی کی وضاحت کے ذریعے متون کی تفہیم اور تفسیر کو وسعت دینے کے لیے نئے طریقے فراہم کرتی ہے۔

علامت شناسی اور تفسیر کے علم کے درمیان گہرے تعلق کی اہم بات یہ ہے کہ ہرمینوٹکس فلسفیانہ طور پر ذہنیت پر مبنی ہے، جبکہ علامت شناسی عینیت پر مبنی ہے۔ (قائمی نیا، ۱۳۸۹ش، ص ۵۳)

علامت شناسی کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جیسے نحوشناسی، معناشناسی، اور کاربرد شناسی۔

نحوشناسی: اس میں علامتوں کے درمیان تعلقات پر بحث کی جاتی ہے۔ **معناشناسی**: اس میں علامتوں کا اشیاء اور ان کے متوازی تعبیرات سے تعلق زیرِ بحث آتا ہے۔ **کاربرد شناسی**: اس میں علامتوں کا استعمال کرنے والے (یعنی کاربر) سے تعلق پر بات کی جاتی ہے (قائمی نیا، ۱۳۸۹ش، ص ۵۶)۔

معناشناسی کے چار مختلف فلسفی، منطقی، لسانی، اور علامت شناختی پہلو ہیں۔ ان میں سے آخری دو پہلوؤں (لسانی اور علامت شناختی) پر خاص طور پر علامت شناسی میں بحث کی جاتی ہے۔ **معناشناسی منطقی**: اس میں منطقی فارمولوں کی سچائی اور جھوٹ (صدق و کذب) پر بحث ہوتی ہے۔ **معناشناسی فلسفی**: اس میں معنی کے نظریات اور اس کی ماہیت پر گفتگو کی جاتی ہے۔ **معناشناسی لسانی**: اس میں زبان کے نظام کے اندر الفاظ اور جملوں کے معنی پر توجہ مرکوز ہوتی ہے۔ **معناشناسی علامت شناسی**: اس میں علامتوں کے تعلقات کو ان پر حکمران قواعد کے تناظر میں پرکھا جاتا ہے۔ (قائمی نیا، ۱۳۸۹ش، ص ۹۹)

۴-ا- علامت شناسی اور فلسفہ علم تفسیر

تفسیر کے علمی طریقوں کو قدیم اور جدید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اور ان میں معنی کو سمجھنے کے لیے نشانہ شناسی کے طریقوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ تقابلی انداز میں بھی، نشانہ شناسی کے اصولوں کو اسلامی دانشوروں میں رائج لسانی اور متنی طریقوں کے ساتھ پرکھا جا سکتا ہے۔

تفسیر کے ساختاری مطالعے کے ضمن میں بھی، نشانہ شناسی کے بنیادی اصولوں اور ان کے استعمال کے طریقوں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے، خصوصاً وہ طریقے جو قرآن کریم کی تفسیری قواعد میں کارفرما ہیں۔

جس طرح دیگر لسانی علوم میں متن کے تجزیے سے قبل کچھ بنیادی اصول اور مبادیات ہوتی ہیں، اسی طرح **نشانہ شناسی** میں بھی متن کی تفہیم سے پہلے ضروری مبادیات موجود ہیں۔ درحقیقت، نشانہ شناسی کے مبادیات کا تفسیر کے اصولوں پر اثر، تفسیر کی فلسفیانہ بحثوں میں ایک اہم موضوع شمار کیا جا سکتا ہے۔

۵- فلسفہ علم تفسیر اور زبان شناسی کا تعلق

لسانیات ایک نسبتاً نیا علم ہے، جسے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل یورپ میں غیر معمولی توجہ حاصل ہوئی۔ جدید لسانیات کی تین نمایاں خصوصیات ہیں: تاریخی، تقابلی اور بین العلومی۔

قدیم ماہرینِ لسانیات کا نظریہ تھا کہ زبان ایک جامد اور غیر متغیر شے ہے، لیکن جدید ماہرین زبان کو ایک متغیر اور سیال حقیقت سمجھتے ہیں جو معاشرت، ثقافت، دین اور دیگر علوم کے ساتھ جُڑ کر بدلتی رہتی ہے (معموری، ۱۳۸۶ش، ص۱۶۲)۔ لسانیات ایک تجرباتی علم ہے جو کسی زبان اور اس کی خصوصیات پر عملی شواہد کی بنیاد پر بحث کرتا ہے، اور یہ محض ادبی تخیل کا نتیجہ نہیں ہے۔

جدید لسانیات میں کئی مکاتبِ فکر موجود ہیں، جن میں سے چند اہم یہ ہیں: ساختیات (Structuralism) عوامی لسانیات (Folk Linguistics) عمومی لسانیات (General Linguistics)۔ (معموری، ۱۳۸۶ش، ص۱۶۴)۔

لسانیات کی شاخیں

لسانیات (زبان شناسی) مختلف علمی شاخوں میں تقسیم ہو چکی ہے، جن میں سے کچھ کو الگ علمی شعبوں کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہاں لسانیات کی کچھ اہم شاخوں کا مختصراً جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۵۔۱۔۱۔ آواز کی شناخت (Phonetics)

آواشناسی (Phonetics) ایک ایسا علم ہے جو زبان کی مادی صورت (یعنی آوازوں) کا مطالعہ کرتا ہے اور انسانی آواز کے اعضاء کے ذریعے آوازوں کی پیدائش کے طریقہ کار پر بحث کرتا ہے۔ یہ علم **تجوید** (قرآن کی تلاوت کے قواعد) سے مشابہت رکھتا ہے۔ آواشناسی، فزیالوجی اور اناٹومی جیسے علوم کی مدد سے آوازوں اور حروف کی پیدائش کے طریقہ کار کا زیادہ دقیق جائزہ لیتی ہے۔

تجوید کا علم عربی زبان کی ان آوازوں کی وضاحت کرتا ہے جو قرآن کی تلاوت میں استعمال ہوتی ہیں، جبکہ **عربی آواشناسی** عربی زبان کی آوازوں کو مکمل طور پر بیان کرتی ہے۔ (ستودہ نیا، ۱۳۷۸ش، ص۴)
اگرچہ خلیل بن احمد فراہیدی نے اپنی کتاب **العین** کے مقدمے میں آواشناسی کے کچھ نکات بیان کیے ہیں، لیکن اس میدان میں پہلی جامع اور اہم تصنیف ابو علی سینا، عظیم ایرانی فلسفی اور طبیب کی ہے۔ انہوں نے اپنے رسالہ **مخارج الحروف** یا **اسباب حدوث الحروف** میں آواز شناسی کے بارے میں ایک طبیب اور سائنسدان کی حیثیت سے گفتگو کی ہے، جو فطرت کے اسرار سے واقف تھے۔ (ابن سینا، ۱۳۴۸ش، ص۵)

۵۔۱۔۲۔ نحو کا علم

نحو وہ علم ہے جو زبان کے قواعد اخذ کر کے انہیں ایک منظّم نظام کی شکل دیتا ہے۔ زبان کی تجرباتی نوعیت کو اس علم میں نمایاں ہونا چاہیے، تاکہ کسی بھی زبان کی تاریخی نشو و نما کو واضح کیا جا سکے۔
یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عربی نحو میں زیادہ نمایاں تبدیلیاں نہیں دیکھی گئیں۔ مثال کے طور پر، آج عربی زبان میں کچھ غیر عربی الفاظ کے تلفظ میں "پ" اور "گ" جیسے حروف شامل ہو چکے ہیں، لیکن نحو کی کتب میں ان کا ذکر موجود نہیں۔ اسی طرح، قدیم زبانوں میں "مِن" کو نسبت ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، جبکہ آج کل اس مقصد کے لیے زیادہ تر یائے نسبت استعمال کی جاتی ہے۔
نحوی تحقیق میں کسی زبان کا ہم زمانی (Synchrony) مطالعہ، یعنی کسی خاص دور میں اس کے قواعد کو جانچنا، ضروری ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ در زمانی (Diachrony) تجزیہ بھی اہم ہے، تاکہ زبان کے ڈھانچے میں مختلف ادوار کے دوران آنے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جا سکے۔ (معموری، ۱۳۸۶ش، ص۱۶۹)

۵۔۱۔۳۔ریشہ شناسی: (Etymology)

یہ لسانیات کی وہ شاخ ہے جو الفاظ کی جڑوں (ریشوں) کی شناخت سے متعلق ہے۔ عربی ادبیات کے روایتی علوم میں **علم الاشتقاق** اس موضوع پر بحث کرتا تھا، لیکن آج کل علم الاشتقاق کا بڑا حصہ **صرف** کے علم میں ضم ہو چکا ہے۔ اس شاخ میں نہ صرف کسی زبان میں الفاظ کی جڑوں پر بحث کی جاتی ہے، بلکہ دیگر زبانوں میں ان کی جڑوں کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں **معرب** اور **دخیل** جیسے اصطلاحات ان اجنبی الفاظ کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو عربی زبان میں داخل ہو کر عربی شکل اختیار کر لیتے ہیں، لیکن ان کی اصل جڑیں کسی دوسری زبان جیسے عبرانی یا سریانی میں ملتی ہیں۔ (معموری، ۱۳۸۶ش، ص ۱۷۲)

۵۔۱۔۴۔معنیات (Semantics)

معنیات، جو آج کے دور میں لسانیات کے مؤثر ترین علوم میں شمار ہوتا ہے، الفاظ کے معنی کے ظہور، ارتقاء، معنوی تبدیلیوں اور کسی زبان کے نظام میں معانی کی دریافت کے طریقوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ (معموری ، ۱۳۸۶ش ، ص ۱۷۲)۔ قرآن کریم کی لغوی معنیات پر تحقیق کرنے والے ممتاز ماہرین میں پروفیسر توشیہیکو ایزوتسو نمایاں ہیں۔ ان کی کاوشیں دو اہم کتابوں میں منعکس ہوتی ہیں: خدا اور انسان در قرآن" "قرآن مجید میں دینی واخلاقی تصورات"

پہلی کتاب میں، وہ لسانیاتی اصولوں اور ان کے قرآنی اطلاق پر گفتگو کرتے ہیں، جبکہ دوسری کتاب میں وہ قرآن کریم کے کلیدی الفاظ کے معانی اور ان کے باہمی ربط کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔ (ایزوتسو، ۱۳۸۸ش، ص۷) آج کل معنیات کی کئی اقسام ہیں، (لاینز، ۱۳۸۵ش، ص۱۱) جن میں سے سب سے اہم معرفتاتی معنیات (Cognitive Semantics) ہے۔ ایک معاصر محقق نے اس زاویے سے قرآن کریم کا تجزیہ کیا ہے۔ انہوں نے مختلف نظریات کو یکجا کرتے ہوئے اور اپنے سائنسی تجربات کی روشنی میں عربی زبان کی معرفتاتی لسانیات کی تدوین کی تجویز دی۔ ان کی تحقیق میں قرآنی زبان کے متعلق کئی کلیدی مسائل زیر بحث آتے ہیں، جن میں شامل ہیں: قرآنی تعبیرات کی اصالت، قرآنی تصور سازی، آیات کا معنوی سیاق، قرآنی الفاظ کے شعاعی نیٹ ورک، قرآنی ذہنی فضا (Mental Spaces) ، قرآنی معنیات میں مفہومی امتزاج (Conceptual Blending)، قرآنی علت و معلول اور علیاتی ویڈوز ۔ (Causal Windows)۔ (قائمی نیا، ۱۴۰۱ش، ص۲۱)

۵-۲- لسانیات کا فلسفہ تفسیر میں کردار

پچھلے باب میں فلسفہ تفسیر کے حوالے سے ایک اہم مسئلہ یہ پیش کیا گیا تھا کہ تفسیر کا علم دیگر علوم کے ساتھ کس طرح تعامل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم پہلو جدید علوم، خاص طور پر مغربی علوم کے ساتھ تعامل ہے۔ ان علوم میں وہ علوم سر فہرست ہیں جو تفسیر کے علم پر موضوعاتی (محتویاتی) اور طریقہ کار (Methodological) دونوں لحاظ سے براہ راست اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، لسانیات مفسر کی تفہیمات پر **محتویاتی** اور **طریقہ کار** دونوں اعتبار سے اثر انداز ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں کچھ اہم سوالات یہ ہیں، جن کے جوابات تفسیر کے علم میں ایک نئے موڑ کا باعث بن سکتے ہیں:

۱. **ایزوتسو** نے اپنی کتاب میں جن مختلف مبانی اور قواعد کو پیش کیا ہے، اور جنہیں انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر میں استعمال کیا ہے، وہ کس حد تک اسلامی مفسرین کے لیے مفید ہو سکتے ہیں؟
۲. لسانیات کا **تجربی ہونا** مفسرین کی قرآن کریم کی تفہیمات پر کس حد تک اثر انداز ہوا ہے؟
۳. **معناشناسی شناختی** (Cognitive Semantics) میں پیش کیے گئے قواعد قرآن کریم کی تفہیمات میں کس حد تک تبدیلی لا سکتے ہیں؟
۴. لسانیات کے علوم کی مدد سے قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق علوم جیسے **نحو** اور **بلاغت** کو کیسے اپ ڈیٹ کیا جا سکتا ہے، اور یہ تبدیلیاں قرآن کریم کی تفسیر میں کیسے ظاہر ہوں گی؟
۵. لسانیات کے علوم تفسیر کے علم کو محدود کرنے یا وسعت دینے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟
۶. اسلامی علماء کے ماضی سے لے کر اب تک تفسیر قرآن کے مبانی اور قواعد کے حوالے سے نقطہ نظر اور مغربی لسانیات کے علماء کے نقطہ نظر میں کیا فرق ہے؟ ان دونوں گروہوں کے درمیان کیا مشترکات ہیں؟

خاتمہ

علوم قرآنی کی تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علوم قرآنی، تفسیر کے علم سے پہلے کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی یہ پیشینی علوم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تفسیر کے علم کو سمجھنے سے پہلے، علوم قرآنی کو سیکھنا ضروری ہے تاکہ قرآن کریم کی بنیادی معلومات اور شناخت حاصل کی جا سکے۔ لیکن فلسفہ تفسیر کے معاملے میں یہ بات الٹ ہے۔ ایک محقق جو ابھی تک تفسیر کے علم کو مکمل طور پر نہیں سمجھا ہے اور جس کے پاس تفسیر کے علم کا نسبتاً مکمل نظریہ نہیں ہے، اس کے لیے فلسفہ تفسیر کو صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ فلسفہ تفسیر اپنا خام مواد تفسیر کے علم سے حاصل کرتا ہے اور پھر اس کا تجزیہ اور مطالعہ کرتا ہے۔

ہرمینوٹکس (Hermeneutics): ولیہلم ڈیلتے کی ہرمینوٹکس کو تفسیر کے علم کی روش شناسی میں تاریخی زاویے سے بھی زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔

فلسفی ہرمینوٹکس اور فلسفہ تفسیر کا تعلق: فلسفی ہرمینوٹکس اور فلسفہ تفسیر کے درمیان وہی تعلق ہے جو فلسفہ تفسیر اور فلسفہ دانش تفسیر کے درمیان ہے، جیسا کہ پچھلے مباحث میں بیان کیا گیا ہے۔

علامت شناسی (Semiotics): لسانی علوم کی طرح، علامت شناسی بھی متن کے تجزیے سے پہلے، سمجھنے میں مؤثر بنیادی اصولوں اور مبادیات پر مشتمل ہوتی ہے۔ علامت شناسی کے مبادیات کا تفسیر کے علم کے مبادیات پر اثر، فلسفہ تفسیر کے اہم مباحث میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

لسانیات کی اقسام: لسانیات کی مختلف شاخیں جیسے نحوشناسی، ریشہ شناسی، معناشناسی، اور آواشناسی مفسرین کی تفہیمات، قرآن کریم کی آیات کے مبانی اور قواعد، خصوصاً الفاظ اور لفظی قواعد کے حوالے سے گہرے اثرات مرتب کرسکتی ہیں۔

کتابیات

۱. ابن سینا، حسین بن علی. (۱۳۴۸). مخارج الحروف. بنیاد فرہنگ ایران۔

۲. ابوزہرہ، محمد. (۱۴۱۸ق). المعجزه الکبری القرآن. دار الفکر العربی۔

۳. احمدی، بابک. (۱۳۹۱). ساختار و تأویل متن (چاپ ۱۴). نشر مرکز۔

۴. ایزوتسو، توشیہیکو. (۱۳۸۸). مفاہیم اخلاقی دینی در قرآن مجید (بدرہ‌ای، فریدون مترجم). فرزان روز۔

۵. بابایی، علی اکبر؛ عزیزی کیا، غلامعلیٰ؛ روحانی راد، مجتبیٰ. (۱۳۸۵). روش شناسی تفسیر قرآن (چاپ دوم). پژوہشکدہ حوزہ و دانشگاہ۔

۶. پالمر، ریچارد. (۱۳۸۹). علم ہرمنوتیک (حنایی کاشانی، محمد سعید، مترجم؛ چاپ پنجم). ہرمس۔

۷. تاجیک، محمد رضا. (۱۳۸۹). نشانہ شناسی و نظریہ روش. پژوہشنامہ علوم سیاسی، ۲۰، ۷–۴۰۔

۸. حکیم، سید محمد باقر. (۱۳۷۸). علوم قرآنی (لسانی فشارکی، محمد علی، مترجم). تبیان۔

۹. خسروپناہ، عبدالحسین. (۱۳۸۹). فلسفہ فلسفہ اسلامی. پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

۱۰. خسروپناہ، عبدالحسین. (۱۳۹۰). فلسفہ ہای مضاف (چاپ ۲). پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

۱۱. خویی، سید ابوالقاسم. (ندارد). البیان فی تفسیر القرآن. مؤسسۃ احیاء آثار الامام الخوئی۔

۱۲. رضائی اصفہانی، محمد علی. (۱۳۸۷). منطق تفسیر قرآن. جامعہ المصطفیٰ العالمیہ۔

۱۳. زرقانی، محمد عبدالعظیم. (ندارد). مناہل العرفان فی علوم القرآن. دار احیاء التراث العربی۔

۱۴. زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ. (۱۴۱۰ق). البرہان فی علوم القرآن (چاپ ۱). دار المعرفہ۔

۱۵. ستودہ نیا، محمد رضا. (۱۳۷۸). بررسی تطبیقی میان تجوید و آواشناسی. رایزن۔

۱۶. طالقانی، سید عبدالوہاب. (۱۳۶۱). علوم قرآن و فہرست منابع. دار القرآن الکریم۔

۱۷. عرب صالحہ، محمد. (۱۳۸۹). فہم در دام تاریخی نگری. پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

۱۸. قائمی نیا، ع. (۱۳۸۹). بیولوژی نص. پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

۱۹. قائمی نیا، علیرضا. (۱۳۸۱). کارکردہای ہرمنوتیکی تفسیر. قبسات، ۱۸، ۱۱۱-۱۱۶۔

۲۰. قائمی نیا، علیرضا. (۱۴۰۱). معناشناسی شناختی قرآن. پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

۲۱. گرنت، رابرت، تریسی، دیوید. (۱۳۹۳). تاریخچہ مکاتب تفسیری و ہرمنوتیکی کتاب مقدس (ساجدی، ابوالفضل، مترجم؛ چاپ دوم). پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۲۲. لاینز، جان. (۱۳۸۵). معناشناسی زبان شناختی (والہ، حسین، مترجم؛ چاپ دوم). گام نو۔
۲۳. معموری، علی. (۱۳۸۶). دانش زبان شناسی و کاربردہای آن در مطالعات قرآنی. قرآن و علم، ۱، ۱۶۱–۱۷۶۔
۲۴. مہدوی راد، محمد علی. (۱۳۸۴). سیری در نگارش ہای علوم قرآنی. ہستی نما.
۲۵. نصری، عبداللہ. (۱۳۸۹). راز متن. سروش۔
۲۶. نصیری، علی. (۱۳۸۵). فلسفہ علوم قرآنی. قبسات، ۳۹-۴۰، ۲۲۱-۲۴۸۔
۲۷. نصیری، علی، مقالہ فلسفہ علوم قرآنی، مجلّہ قبسات، شمارہ ۳۹-۴۰، تابستان ۱۳۸۵ش، ۲۲۱-۲۴۸۔
۲۸. نیچہ، فریدریش. ہیدگر، مارتین.، گادامر، گئورگ.، ریکور، پل.، واتیمو، جانی.، فوکو، میشل. (۱۳۸۷). ہرمنوتیک مدرن: گزیدہ ی جستارہا (بابک احمدی، مہران مہاجر، و محمد نبوی، مترجمان). مرکز۔

Bibliography

1. Abū Zahrah, M. (1997). *Al-Muʾjizah al-kubrā al-Qurʾān [The great miracle of the Qur'an]*. Dār al-Fikr al-ʿArabī (Arab Thought Press).
2. Aḥmadī, B. (2012). Sākhtār va taʾvīl-i matn [Structure and interpretation of text] (14th ed.). Nashr-i Markaz (Center Publications).
3. ʿArab Ṣāliḥī, M. (2010). Fahm dar dām-i tārīkhī nigarī [Understanding trapped in historicism]. Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī.
4. Bābāʾī, ʿA. A., ʿAzīzī Kiyā, Gh., & Rūḥānī Rād, M. (2006). Ravish-shināsī-yi tafsīr-i Qurʾān [Methodology of Qur'anic exegesis] (2nd ed.). Pizhūhishkadah-i Ḥawzah va Dānishgāh (Seminary and University Research Institute).
5. Grant, R., & Tracy, D. (2014). Tārīkhchah-yi makātib-i tafsīrī va hermenūtīkī-yi kitāb-i muqaddas [A history of exegetical and hermeneutical schools of the Bible] (A. Sājidī, Trans.; 2nd ed.). Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī.
6. Ḥakīm, S. M. B. (1999). ʿUlūm-i Qurʾānī [Qur'anic sciences] (M. ʿA. Lisānī Fiẓārakī, Trans.). Tabiyān.
7. Ibn Sīnā, Ḥ. ibn ʿA. (1969). Makhārij al-ḥurūf [The points of

articulation of letters]. Bunyād-i Farhang-i Īrān (Iran Culture Foundation).

8. Izutsu, T. (2009). Mafāhīm-i akhlāqī-i dīnī dar Qurʾān-i majīd [Ethico-religious concepts in the Qur'an] (F. Badraʾī, Trans.). Farzān-i Afrūz.
9. Khosrowpanāh, ʿA. (2010). Falsafah-yi falsafah-yi Islāmī [The philosophy of Islamic philosophy]. Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī (Islamic Culture and Thought Research Institute).
10. Khosrowpanāh, ʿA. (2011). Falsafah-hā-yi muḍāf [Applied philosophies] (2nd ed.). Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī.
11. Khūʾī, S. A. (n.d.). Al-Bayān fī tafsīr al-Qurʾān [The elucidation in Qur'anic exegesis]. Muʾassasat Iḥyāʾ Āthār al-Imām al-Khūʾī (Imam Khui's Works Revival Foundation).
12. Lyons, J. (2006). Maʿnā-shināsī-yi zabān-shinākhtī [Linguistic semantics] (Ḥ. Vālih, Trans.; 2nd ed.). Gām-i Naw (New Step Publications).
13. Mahdavī Rād, M. ʿA. (2005). Sayrī dar nigārish-hā-yi ʿulūm-i Qurʾānī [A survey of Qur'anic sciences literature]. Hasti Namā.
14. Maʿmūrī, ʿA. (2007). Dānish-i zabān-shināsī va kārburd-hā-yi ān dar muṭāliʿāt-i Qurʾānī [Linguistics knowledge and its applications in Qur'anic studies]. Qurʾān va ʿIlm (Qur'an and Science Journal), 1, 161-176.
15. Naṣīrī, ʿA. (2006). Falsafah-yi ʿulūm-i Qurʾānī [The philosophy of Qur'anic sciences]. Qabasāt (Cognitions Journal), 39-40, 221-248.
16. Naṣrī, ʿA. (2010). Rāz-i matn [The secret of the text]. Surūsh.
17. Nietzsche, F., Heidegger, M., Gadamer, H.-G., Ricoeur, P., Vattimo, G., & Foucault, M. (2008). Hermenūtīk-i mudirn: Guzīnah-yi justārhā [Modern hermeneutics: Selected essays] (B. Aḥmadī, M. Muhājir, & M. Nabavī, Trans.). Markaz (Center Publications).
18. Palmer, R. (2010). ʿIlm-i hermenūtīk [The science of hermeneutics] (M. S. Ḥanāʾī Kāshānī, Trans.; 5th ed.). Hermes.
19. Qāʾimī Niyā, ʿA. (2002). Kārkard-hā-yi hermenūtīkī-yi tafsīr [Hermeneutical functions of exegesis]. Qabasāt (Cognitions Journal), 18, 111-116.

20. Qāʾimī Niyā, ʿA. (2010). Bīyūlūzhī-yi naṣṣ [The biology of the text]. Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī.
21. Qāʾimī Niyā, ʿA. (2022). Maʿnā-shināsī-yi shinākhtī-yi Qurʾān [Cognitive semantics of the Qur'an]. Pizhūhishgāh-i Farhang va Andīshah-i Islāmī.
22. Riḍāʾī Iṣfahānī, M. ʿA. (2008). Mantiq-i tafsīr-i Qurʾān [The logic of Qur'anic exegesis]. Jāmiʿat al-Muṣṭafā al-ʿĀlamīyah (Al-Mustafa International University).
23. Sutūdah Niyā, M. R. (1999). Barrasī-yi taṭbīqī-yi miyān-i tajwīd va āvā-shināsī [A comparative study of tajwīd and phonetics]. Rāyizān.
24. Tājik, M. R. (2010). Nīshānah-shināsī va naẓarīyah-yi rawish [Semiotics and methodological theory]. Pizhūhishnāmah-i ʿUlūm-i Siyāsī (Political Sciences Research Journal), 20, 7-40.
25. Ṭāliqānī, S. ʿA. (1982). ʿUlūm-i Qurʾān va fihrist-i manābīʿ [Qur'anic sciences and resource index]. Dār al-Qurʾān al-Karīm (House of the Noble Qur'an).
26. Zarkashī, B. al-D. (1990). Al-Burhān fī ʿulūm al-Qurʾān [The proof in Qur'anic sciences] (1st ed.). Dār al-Maʿrifah (House of Knowledge).
27. Zurqānī, M. ʿA. (n.d.). Manāhil al-ʿirfān fī ʿulūm al-Qurʾān [Sources of knowledge in Qur'anic sciences]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī (Arab Heritage Revival House).